حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی *

دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے، اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کا، جامع اور دور رس امریکی منصوبہ

واقعات، حقائق، اعداد و شمار

(قسط نمبر ۱)

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن — نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی
کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو — ہلاکت نہیں موت، ان کی نظر میں
صدا بہشت سے آئی کہ منتظر ہے ترا — ہرات و کابل و غزنی کا سبزۂ نورس

سہ شنبہ: ۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء مطابق ۲۳/ جمادی الثانی (سعودی عرب اور عالم عربی کی جنتری کے حساب سے) اور ۲۲/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ (ہندوستانی جنتری کے مطابق) امریکہ کے لیے سیاہ ترین اور جہنم کا منظر پیش کرنے والا دن تھا، جب ''اغوا کردہ'' تین امریکی جہازوں کے ذریعے کیے گئے زبردست اور ہر اعتبار سے غیر معمولی دھماکے کی وجہ سے، سارے امریکہ میں خوف و ہراس کا ایسا ماحول پیدا ہوگیا، جس کی نظیر انسانی تاریخ نے شاید و باید ہی دیکھی ہوگی۔ چار ''اغوا کردہ'' -- اور ایک روایت کے مطابق پانچ -- جہازوں میں سے دو جہاز ''نیویارک'' کے عالمی تجارتی مرکز (World Trade Centre) سے ٹکرا دیے گئے اور تیسرا جہاز ''واشنگٹن'' میں محکمۂ دفاع یعنی پنٹاگن (Pantagon) کی قلعہ بند عمارت کے ایک بازو سے لڑا دیا گیا۔ اول الذکر عمارت چند گھنٹوں کے دوران ہی بتاشے کی طرح بیٹھ گئی، جب کہ ثانی الذکر کا ضرب زدہ حصہ، مکمل طور پر خاکستر ہوگیا۔ تیسرا جہاز ''پنسلوانیا'' صوبے کے مغرب میں ''سمرسٹ'' کے ہوائی اڈے پر کریش ہوکر گر گیا، جب کہ ''واشنگٹن'' میں وزارت خارجہ کے کار اسٹینڈ میں ایک کار، دھماکے کے ساتھ ہی راکھ کا ڈھیر بن گئی۔

ہندوستانی وقت کے مطابق دھماکے کی پہلی کارروائی، شام کے ساڑھے پانچ بجے اور امریکی وقت کے

---

* رئیس تحریر ماہنامہ ''الداعی'' واستاذ ادب عربی، دار العلوم دیوبند

مطابق صبح ۸،۴۵ بجے عمل میں آئی۔ امریکی کمپنی یونائیٹڈ ایرلائنز (United Airlines) کا پہلا مسافر بردار طیارہ عالمی تجارتی مرکز کے جنوبی مینارے کی بالائی منزل سے اور اس کے ٹھیک اٹھارہ منٹ بعد دوسرا مسافر بردار طیارہ شمالی مینارے کی بالائی منزل سے جاٹکرایا۔ اس کے تقریباً ایک گھنٹے بعد تیسرا طیارہ وزارتِ دفاع کے ایک بازو پر جاگرا۔ امریکن ایرلائنز (American Airlines) اور یونائیٹڈ ایرلائنز (Uinited Airlines) نے بعد میں اپنے چار طیاروں کے ''مفقود'' ہوجانے کی اطلاع دی اور بتایا کہ ان پر سوار افراد کی مجموعی تعداد ۲۶۶ تھی۔ امریکن ایرلائنز کے جو دو طیارے مفقود ہوئے، ان پر سوار افراد کی تعداد ۱۵۶ تھی۔ ان میں سے ایک طیارہ بوئنگ ۷۵۷ ''بوسٹن'' اور ''لوس انجلس'' کے درمیان فلائٹ نمبر ۱۱ کے تحت پرواز پر تھا۔ اس پر ۸۱ مسافر اور عملے کے ۱۱ افراد سوار تھے۔ دوسرا طیارہ بوئنگ ۷۵۷، فلائٹ نمبر ۷۷، ''واشنگٹن'' سے ''لوس انجلس'' کی طرف محوِ پرواز تھا۔ اس پر ۵۸ مسافر اور اسٹاف کے ۶ افراد موجود تھے۔

یونائیٹڈ ایرلائنز نے بھی اعلان کیا کہ اس کے ۲ طیارے گم ہوگئے ہیں، ان میں پر مجموعی طور پر ۱۱۰ اشخاص سوار تھے۔ بوئنگ نمبر ۷۵۷، فلائٹ نمبر ۹۳ نیویارک، نیوجرسی اور ''سان فرانسیسکو'' کے سفر پر تھا۔ اس پر ۳۸ مسافر اور عملے کے سات افراد سوار تھے۔ بوئنگ ۷۶۷، فلائٹ نمبر ۱۷۵، جو بوسٹن سے لوس انجلس جارہا تھا، وہ ۵۶ مسافروں اور عملے کے ۹ افراد کے ساتھ محوِ سفر تھا۔

عالمی تجارتی مرکز

نیویارک عالمی تجارتی مرکز (World Trade Centre) امریکہ کی اقتصادی طاقت وترقی، اس کی معاشی چودھراہٹ، سرمایہ دارانہ غرور، سودخورانہ بینکنگ سسٹم اور ساری دنیا پر مال ودولت کے ذریعے اِجارہ داری قائم کرنے کی نمایاں ترین علامت تھا، جو سارے عالم میں اس کی سرکشی کے بہ قدر اونچا اور ستاروں سے باتیں کرتا تھا۔ دوسری طرف پنٹاگن کی عمارت اپنی مضبوطی، حفاظت کے ذرائع، قلعہ بندی اور تعمیری انجینئرنگ کے لحاظ سے کسی بھی عمارت شکن چیلنج اور مسمار کیے جانے والے حملے سے نبرد آزما ہونے کی مکمل صلاحیت کی حامل تھی۔ امریکہ والوں کا پختہ ایمان تھا کہ بڑی سے بڑی طاقت اپنی ساری پلاننگ کے باوجود اس عمارت کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتی؛ لیکن نامعلوم، غیر معمولی اور ناقابل تصور اچانک اور انوکھے طرز کے حملے کے سامنے، دونوں عمارتوں کے شکست کھاجانے کا منظر، سارے عالم نے ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائع معلومات کے ذریعے، اپنی دیدۂ عبرت سے دیکھا۔ یہ حملہ امریکہ پر اچانک، اس کے اندر سے، اسی کی زمین پر اس طرح کیا گیا کہ سوائے چیخ وپکار، آہ وزاری اور زخمی شیر کی طرح چنگھاڑنے کے، وہ کسی طرح اس کے مقابلے کی تاب نہ لاسکا۔ عالم گیر طاقت کی بے بسی ودبے کسی، ساری دنیاوالوں سے لوہا لینے والے کی بے چارگی اور اس کے تمام مظاہرِ ترقی کی فریب کاری وشکست خوردگی کا تماشا دیکھ کر ساکنانِ عالم اب تک محوِ حیرت ہیں۔

لائقِ ذکر ہے کہ عالمی تجارتی مرکز حسب ذیل سات عمارتوں پر مشتمل تھا:

۱- برجِ شمالی WTC1 ۱۱۰ منزلہ تھا۔ اس کی تعمیر ۱۹۷۰ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

۲- برجِ جنوبی WTC2 ۱۹۷۲ء میں تعمیر ہوا تھا۔ یہ ۱۱۰ منزلہ تھا۔

۳- WTC3 یہ ایک ۲۲ منزلہ ہوٹل سے عبارت تھا۔

۴- جنوب مشرقی پلازا WTC4 کی تعمیر ۱۹۷۷ء میں زیرِ عمل آئی تھی۔ یہ عمارت ۹ منزلہ تھی۔

۵- شمال مشرقی پلازا WTC5 ۱۹۷۲ء میں تعمیر ہوا تھا۔ یہ بھی ۹ منزلہ تھا۔

۶- امریکن کسٹمس ہاؤس WTC6 ۱۹۷۵ء میں بنا تھا، یہ آٹھ منزلہ تھا۔

۷- WTC7 یہ بھی ۱۱۰ منزلہ تھا۔

ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے دونوں جڑواں منارے ۱۴۰ میٹر بلند تھے۔ یہ عمارت دنیا کی چند بلند ترین عمارتوں میں سے ایک تھی۔ نیویارک کے کاروباری علاقے کے وسط میں ''مانہاٹن'' جزیرے میں واقع تھی۔ ۴۰۶ ہزار مربع میٹر پر بنی تھی۔ دونوں میناروں میں سے ہر ایک میں ۲۱۸۰۰ کھڑکیاں تھیں۔ عمارت میں برسرِ عمل تقریبا ایک لاکھ افراد ۱۰۴ الیکٹرانک لفٹوں کو استعمال میں لاتے تھے۔ دونوں میناروں میں سے ہر ایک کا وزن ۲۹۰ ہزار ٹن تھا صرف سیمنٹ کا وزن ۱۲۱۰۰ ٹن تھا۔ ''ہوڈسن'' ندی کو پاٹ کر بنائے گئے میناروں کی بنیادوں کی گہرائی، بیس میٹر سے زیادہ تھی۔ دونوں کے علاحدہ بیس (Base) کی لمبائی ۱۹۲ میٹر تھی، جو ڈبل دیواروں سے بنایا گیا تھا۔ ان دیواروں کا موٹاپا ۲۰ سے ۹۰ میٹر تھا۔

دونوں میناروں پر زائد از ۵۰۰ کمپنیاں اور سرِکاری ادارے اپنے دفاتر قائم کیے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ نیویارک اور نیوجرسی کے کسٹمس بورڈ کے دفاتر بھی تھے۔

جہازوں کے ٹکرانے کے ایک گھنٹے کے کچھ بعد، امریکہ کے وقت کے مطابق صبح ۱۰٫۰۵ پر برجِ جنوبی اور ۱۰٫۳۰ پر برج شمالی منہدم ہوگیا، جہاز کو ٹکرانے کی پہلی کارروائی ۸٫۴۵ پر، جبکہ دوسری کارروائی ۹٫۰۳ پر زیرِ عمل آئی تھی۔

پنٹاگن

پنٹاگن (Pantagon) امریکی وزارتِ دفاع کی مرکزی عمارت ہے۔ یہ ''ورجینیا'' صوبے کے ''ارلنگٹن'' شہر میں دارالحکومت واشنگٹن کے قریب واقع ہے۔ یہ عمارت دفاتر پر مشتمل دنیا کا سب سے بڑا کمپلکس ہے۔ یہ چھ لاکھ مربع میٹر کو محیط ہے۔ اس عمارت میں سات ہزار کھڑکیاں ہیں، جن کی مجموعی پیمائش تقریبا بتیس ہزار مربع میٹر ہے۔ اس عمارت میں غیر مسقف حصوں کی پیمائش تقریبا ۷ ملین ۱۵ ہزار اسکوائر فٹ ہے۔ یہ عمارت صرف پانچ منزلہ ہے اور یہ چھوٹے سے شہر کے برابر ہے۔ ۲۳ ہزار سے زیادہ افراد اس میں کام کرتے ہیں۔ یہ ساٹھ سال پہلے تعمیر ہوئی تھی (ہم یہ بات ۲۰۰۱ء میں لکھ رہے ہیں) اپنی انجینئرنگ، طرزِ تعمیر، مضبوطی اور خاکہ سازی کے اعتبار سے دنیا میں منفرد مقام رکھتی ہے۔ اِس کا کچھ اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ طویل مسافت کی اس عمارت میں، ایک جگہ سے دوسری جگہ صرف سات

منٹ میں منتقل ہوا جاسکتا ہے۔ پانچ گوشے کی یہ عمارت پانچ مرکزی یونٹوں پر مشتمل ہے اور ہر ایک عمارت پنج گوشہ ہے۔ اس میں استعمال کردہ کنکریٹ کا وزن سات لاکھ ٹن سے زیادہ ہے۔ اس کے باوجود یہ عمارت ''یونائیٹڈ ایر لائنز'' کے بوئنگ ۷۵۷ کے ۱۱ر ستمبر کے روز ٹکرانے سے اپنے ایک حصے کے ساتھ متاثر ہوگئی، حالاں کہ مذکورہ بوئنگ ساٹھ ''لانڈ کروز'' کار سے زیادہ وزن کا نہیں تھا؛ کیوں کہ طیارے میں ۱۵ ہزار لیٹر پٹرول تھا، پٹرول کی اتنی بڑی مقدار کے ذریعے جو آگ لگی، وہ بہت تیز تھی، جس کی وجہ سے اس عمارت کے ایک معقول حصے کی سیمنٹ، لوہا، کنکریٹ: سب کچھ جل کر راکھ ہوگیا۔

عالمی معاشی نقصانات کا ایک اندازہ

دھماکے کی ان کارروائیوں کے نتیجے میں، عالمی ذرائع ابلاغ کے اندازے کے مطابق، عالمی پیمانے پر کم از کم ۱۷۶ارب ڈالر کا نقصان ہوا ہے۔ صرف امریکہ کے نقصانات کا اندازہ ۹۸ ارب ڈالر سے کیا گیا ہے۔ مبادلاتی خدمت (ایکس چینج سروس) کے اُتار کی شکل میں، صرف مغربی ملکوں کو ۱۳۷ارب سے زیادہ کا نقصان اٹھانا پڑا ہے، جبکہ عربی ملکوں اور مشرق وسطی کے علاقوں کے نقصانات کی مقدار کسی طرح بھی ۱۴ارب ڈالر سے کم نہ ہوگی۔ مشرق وسطی کے ممالک اور چین کو ۱۲۷ارب ڈالر سے زیادہ کے تجارتی اور سرمایہ کاری کے میدان کے مواقع سے ہاتھ دھونا پڑا ہے۔

جب امریکہ کے صدر کو روپوش ہوجانا پڑا

دھماکوں کے معاً بعد امریکی صدر جارج ڈبلیو بوش کو روپوش ہوجانا پڑا، حتی کہ کئی گھنٹے تک امریکی عوام یہ پوچھتے رہے کہ صدر صاحب کہاں ہیں؟ ۔ واقعے کے وقت وہ ''فلوریڈا'' میں تھے، انھیں جیسے ہی واقعے کا علم ہوا ''ساریسوتا'' سے ہوائی جہاز پر سوار ہوئے؛ لیکن پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ان کی واشنگٹن آمد کی خبر نہیں دی گئی۔ اس سلسلے میں اِخفا کی وجہ سے سارے ماحول میں ان گنت استفہامیہ علامتیں نمودار ہوگئیں اور طرح طرح کے شکوک وشبہات نے جنم لیے، خصوصاً اِسلیے کہ امریکیوں کی نگاہوں میں پیہم اور مسلسل واقعات کی تصویریں جمی ہوئی تھیں پھر اچانک اعلان ہوا کہ مسٹر بوش صدارتی طیارہ ''ایرفورس ون'' کے ذریعے ''ویزیانا'' کے عسکری اڈے ''بارکسویل'' پہنچ رہے ہیں، سردست انھیں واشنگٹن نہیں آنا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے مطابق بوش کا طیارہ دو گھنٹے سے زیادہ فضا میں منڈلاتا رہا۔ طیارے سے اترتے ہی، انھیں ہر طرح کے اسلحوں حتی کہ نیوکلیائی ہتھیاروں سے قلعہ بند پناہ گاہ میں، اتار دیا گیا اور جبتک تمام خطرات سے حفاظت کا یقین نہیں کرلیا گیا، انھیں وہاں سے باہر آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

واقعے کے فوراً بعد کی عاجلانہ کارروائیاں

واقعے کے بعد عالمی بازارِ زر یعنی اسٹاک ایکس چینج میں زبردست گراوٹ آگئی۔ تیل، سونا، معدنیات کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں، ڈالر بری طرح لڑھک گیا۔ امریکی شہری ہوابازی کی تاریخ میں پہلی بار تجارتی پروازیں روک دی گئیں؛ بلکہ تمام امریکی طیاروں کی پروازیں رد کردی گئیں۔ امریکہ کے تمام بازارہائے زر بند

کر دیے گئے۔ لندن کے اسٹاک ایکس چینج کو خالی کر دیا گیا۔ امریکہ کے لیے جانے والی تمام پروازیں ساری دنیا میں رد کر دی گئیں۔ نیویارک میں اقوام متحدہ نے اپنے تمام ملازموں کو گراؤنڈ فلور (پہلی منزل) پر اتر جانے کی فوری ہدایت جاری کی۔ ''شکاگو'' شہر کی تمام اونچی عمارتوں کو خالی کرالیا گیا۔ وھائٹ ہاؤس، پنٹاگن اور امریکی وزارتِ خارجہ کی عمارتوں کو لاؤڈ سپیکر پر اعلان کے ذریعے بلاتاخیر خالی کر دینے کی ہدایات جاری کی گئیں۔ نیز دیگر تمام امریکی شہروں اور متعدد مغربی شہروں اور دنیا کے مختلف علاقوں کی اونچی عمارتوں سے لوگوں کو فوراً نیچے آجانے کے لیے کہا گیا۔

دنیا کی حکومتوں کو غیر معمولی حفاظتی کارروائیاں کرنی پڑیں۔ تمام سرکاری عمارتوں میں الرٹ (چوکنا رہنے) کا اعلان کر دیا گیا۔ عسکری اڈوں کے گرد تفتیشی کارروائیوں کو مستحکم کرنے کے لیے متعدد اقدامات کا اعلان کیا گیا۔ یورپ کے سربراہوں نے اپنے غیر ملکی دورے فی الفور ختم کر دیے اور اپنے اپنے ملک واپس آگئے۔ پانچوں براعظموں کے متعدد ملکوں نے سیکورٹی کے غیر معمولی انتظامات پر کاربند ہونے کا اعلان کر دیا۔

فلسطینی اتھارٹی کے سربراہ مسٹر یاسر عرفات نے بلاتاخیر امریکہ پر کیے گئے حملوں کی مذمت کی اور بوش نیز امریکی عوام کے ساتھ اظہار یک جہتی و ہمدردی کیا۔ دمشق، تہران اور فلسطین کی اسلامی جہادی تنظیم حماس (تحریکِ مزاحمتِ اسلامی) نے بھی مذمت کی۔ نیز سعودی عرب نے اس واقعے کی مذمت کے ساتھ بوش اور مہلوکین کے خاندانوں سے اظہار تعزیت کی۔

کابل میں ''طالبان'' تحریک کے ترجمان نے اپنے بیان میں کہا کہ ان کی تحریک امریکہ پر کی گئی تینوں کارروائیوں میں کسی بھی شکل میں ذمے دار نہیں ہے۔ ملا عبدالحی مطمئن نے قندھار میں ''رائٹرس'' کو بتایا کہ امریکا میں جو کچھ ہوا، وہ عام آدمیوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس طرح کی کارروائی حکومتیں ہیں انجام دے سکتی ہیں۔ بن لادن کیلئے یا ہمارے لیے ایسا کرنا کسی طرح ممکن نہیں۔ ہم دہشت گردی کی حمایت نہیں کرتے۔ اسامہ اتنی بڑی کارروائی کی صلاحیت اور وسائل نہیں رکھتے۔ ہم اس واقعے کی مذمت کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کارستانی امریکہ کے اندرونی دشمنوں یا اس کے بڑے قدر آور مد مقابل طالع آزما لوگوں کی ہو۔ ہم بن لادن کو دنیا کے کسی ملک کے خلاف کسی طرح کی کارروائی کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

دوسری طرف خود بن لادن نے، امریکہ کے واقعے میں کسی شکل میں اپنے ملوث ہونے کو، سختی سے مسترد کرتے ہوئے کہا کہ لیکن جس نے بھی یہ کارروائی کی ہے اس نے اچھا ہی کیا ہے اور میں اس کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ظاہر ہے بن لادن کا یہ ردعمل ایک قدرتی امر تھا، اور یہ ہر اس آدمی کا ردعمل تھا اور ہوسکتا ہے، جس کو عربوں اور مسلمانوں کے خلاف اسرائیل کی بے جا اور بے انتہا حمایت اور تعاون کے حوالے سے امریکہ سے شدید غم و غصہ ہو۔

لیکن دنیا کی اکثر اسلامی جماعتوں، تنظیموں اور برادریوں نے امریکہ کے دھماکے کی اس لیے مذمت کی اور اظہارِ رنج والم کیا کہ اس میں بہت سی انسانی جانیں بلا قصور تلف ہوئیں۔

''عوامی محاذ برائے آزادیِ فلسطین'' نے بھی کسی بھی فلسطینی تنظیم کا اس واقعے میں ہاتھ ہونے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ فلسطینی تنظیموں کی سرگرمیاں، ارضِ فلسطین ہی تک محدود ہیں، جو ان کے رویے اور طریقۂ کار سے عیاں ہے۔

جاپانی تنظیم ''سرخ لشکر'' واحد تنظیم تھی جس نے اس واقعے کی ذمے داری غلط یا صحیح طور پر قبول کی۔ اردن کے ایک اخبار سے رابطہ کر کے ایک نامعلوم شخص نے کہا کہ وہ ''سرخ لشکر'' تنظیم کا ترجمان ہے اور تنظیم نے ہی جاپان کے شہروں ''ہیروشیما'' اور ''ناگاساکی'' پر امریکی بم باریوں کے مہلوکین کے لیے انتقام کے طور پر یہ کارروائی کی ہے۔

امریکہ کے صدر ''بش'' کا فوری ردعمل یہ تھا کہ یہ ایک دہشت گردانہ حملہ ہے، ہم حملہ آوروں کا پیچھا کریں گے اور اس بزدلانہ کارروائیوں کے ذمے داروں کو سزا دے کر رہیں گے۔ امریکی وزیر خارجہ کولن پاول نے اپنے ردعمل کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

''ہم اس واقعے کے ذمے داروں کو ضرور ڈھونڈ نکالیں گے اور انھیں عدالت کے حوالے کریں گے۔''

کون ہے ان ''غیر معمولی'' کارروائیوں کو انجام دینے والا؟

انسانی تاریخ کے اس غیر معمولی واقعے کے پیچھے کون ہے؟ ایک ایسا واقعہ جس نے دنیا کو مجسمۂ حیرت و استعجاب بنا دیا، بڑی بڑی طاقتیں تھرا اٹھیں، گھبرا گئیں، خوف نے ان کا سایے کی طرح پیچھا کیا، اندیشوں نے ان کی نیند اڑا دی، خطروں نے شب و روز کا چین چھین لیا۔ دنیا کے سب سے طاقت ور ملک کو اپنے گھر کے اندر غیر متوقع طور پر اپنی تاریخ کے سب سے بڑے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا، ایک ایسے عجیب و غریب ہتھیار کے وار کا، جو اس کے وہم و گمان سے ہر طرح دور اور بہت دور تھا، ایسا وار جو بھرپور تھا، تکلیف دہ تھا، رسوا کن تھا، ذلت آمیز تھا، جس سے اس کے اعصاب جواب دے گئے، اس کی طاقت کا بھرم جاتا رہا، اس کے وقار اور اس کی شہرت خاک میں جا ملی، اس کے کبر و غرور کا جنازہ نکل گیا؛ سائنسی ترقی، ٹکنالوجی کی برتری، زبردست اور ہیبت ناک عسکری طاقت، جو سارے عالم کے درمیان اس کے لیے سرمایۂ افتخار تھی، کی مٹی پلید ہوگئی۔ مغربی تہذیب و تمدن کی ''فتوحات'' جن پر اہلِ مشرق کی رال ٹپکتی ہے اور جن کے طاقت ور نمایندے کی حیثیت سے امریکہ کو بے جا طور پر فخر رہا تھا، کچھ کام نہ دے سکیں۔ گلے گلے فسق و فجور میں ڈوبا ہوا امریکہ، فحاشی و بدکاری و بدکرداری کی نئی نئی فصلوں کا اگانے والا اور انسانیت دشمن سازشوں اور انسان دشمن پالیسیوں کی ''تخلیقات'' و ''مصنوعات'' کو پوری دنیا میں برآمد کرنے والا ملک اور کبر و غرور کی پوجی کا سب سے بڑا سرمایہ دار آج ''سرِ بازار'' رسوا تھا۔

کون تھا جس نے اقوام و ملل کی قسمتوں سے کھلواڑ کرنے والے اور پوری دنیا میں پولس مین، تنہا قاضی، اسکول کے ہیڈ ماسٹر، یونیورسٹی کے ریکٹر کا کردار ادا کرنے والے ملک کے صدر کو، امریکی ٹیلی ویژن پر اپنی قوم کو، واقعے کے بعد کے سب سے پہلے خطاب میں گلوگیر آواز میں بولنے اور جذباتی لہجے میں گفتگو کرنے پر مجبور کر دیا؟

اس سرکش، باغی، ظلم شعار، دہشت گرد نمبر ایک ملک کو سارے عالم میں انتہائی ذلت و خست کا لمحہ جینے اور اپنی زندگی کے مشکل ترین، نازک ترین اور جہنم نما گھڑیاں گزارنے پر کس نے مجبور کر دیا تھا؟

کون تھا جس نے سارے عالم کو ہلا کے رکھ دیا، اضطرابِ مسلسل سے دوچار کر دیا، آنسوؤں اور غم والم کے بانٹنے کے پیہم عمل میں لگا دیا اور حیرت ناک تشویش سے دوچار کر دیا، جس کی دنیا کی زبانوں کی لغات میں موجود الفاظ کے ذریعے تعبیر و تشریح ممکن نہیں؟ کس نے دنیا کے واقعات کا رخ موڑ دیا، حالات کی میزان بدل دی، دوستی و دشمنی کے پیمانے اور رشتوں ناطوں کے طریقے بدل دیے؟ کس نے دیرینہ دوستیوں کو دشمنیوں کا روپ دے دیا اور دشمنیوں کو گہری اور مضبوط دوستیوں کی شکل دے دی؟ کس نے سارے عالم خصوصاً مغربی دنیا کو پرانے رویوں کو بدلنے اور نئے نعروں سے اپنے حلق کی صفائی کرنے پر مجبور کر دیا؛ تاکہ انتقام لینے والے زبردست اللہ کی مزید ناراضگی کا سودا کرنے کی سمت میں مزید تیز گامی سے سفر کیا جاسکے اور عدل و انصاف، بے بس انسانیت اور مقدس قدروں کے تئیں مزید چیلنجوں کا اظہار کیا جاسکے اور بالآخر اسلام کو الزامات کے دائرے میں لا کھڑا کرنے اور مسلمانوں خصوصاً اسلام پسندوں کو، جاڑے کی برسات والی رات میں لاچار بکریوں، کتوں اور بھیڑیوں کے رگیدنے کی طرح رگیدنے کے لیے، مزید دسیسہ کاریوں، شیطانی ہتھکنڈوں کو کام میں لانے اور ہم رنگ زمین جال بچھانے کے لیے بہانہ بنایا جاسکے۔

اسلام اور مسلمانوں کی ہمہ وقت تاک میں لگے رہنے والے امریکہ اور مغربی ملکوں کو کس نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ''انسداد دہشت گردی'' اور ''دہشت گردوں کو اکھاڑ پھینکنے'' کے عنوان سے کھلی دشمنی کا ایک نیا باب کھولنے کے لیے آمادہ کر دیا اور اس لائق بنا دیا کہ نام نہاد ''اسلامی ملکوں'' کو وہ یہ باور کرا سکیں کہ ان کی لڑائی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہیں ہے، بلکہ ''دہشت گردی'' اور ''دہشت گردوں'' کے خلاف ہے؟۔

قیاس آرائیوں کی بہتات اور تجزیہ کاریوں و تاویلات کی کثرت

ان سوالوں کے جواب میں اب تک عالمی پیمانے پر جو کچھ کہا گیا، وہ محض اندازہ اور وہم و گمان کا درجہ رکھتا ہے۔ طرح طرح کی تاویلوں، تجزیوں، تبصروں کے سیلِ بے پناہ کے باوجود سچائی تک پہنچنے کی کوئی امید پیدا نہیں ہوئی۔ عالمی ذرائع ابلاغ نے تحریروں، تقریروں اور متضاد افکار و خیالات کا ایسا بھرپور اور دلچسپ منظر ماضی کے کسی واقعے کے سلسلے میں کبھی نہ دیکھا ہوگا؟ لیکن جیسا کہ مشرقی ذرائع ابلاغ کی عادت ہے وہ مغربی ذرائع ابلاغ کا مقلدِ محض ہے، وہ فرماں بردار شاگرد کی طرح اس کی تلقین کردہ باتوں کو من و عن دہراتا رہتا ہے۔ عالمی ذرائع ابلاغ پر صہیونیوں کا کنٹرول ہے، انکے چیلے مسیحی ہیں، جن کی پیروی صنم پرست اور سارا عالم کرتا ہے، جس میں عربی اور اسلامی دنیا بھی شامل ہے۔

جیسا کہ کہا گیا امریکہ کے ۱۱ر ستمبر کے واقعات کے سلسلے میں طرح طرح کے قابلِ غور اور لائقِ تحقیق احتمالات موجود تھے؛ لیکن مغربی میڈیا نے ''اسلامی دہشت گردی'' ''اسلامی بنیاد پرستی'' اور ''اسلامی خطرے'' پر زور ڈالنے کو اپنی توجہ کا مرکز بنالیا۔ اور اس کے باوصف کہ اسلامی اداروں اور تنظیموں نے اس واقعے سے اپنے دامن کے

ملوث ہونے کی مکمل نفی کی اور اس نے بلند آہنگی سے اعلان کیا کہ ان دھماکوں میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں ہے اور اتنی بڑی کارروائی کے لیے جن زبردست وسائل کی ضرورت ہوئی ہوگی وہ ان کے پاس موجود نہیں ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ امریکی حکام کے ساتھ بڑے اور دراز پیمانے پر تال میل کے بغیر، طیارے کو مہارت کے ساتھ ٹکرا دینے کی یہ کارروائی جس سے سارا عالم ہنوز محوِ حیرت ہے، انجام نہیں دی جاسکتی تھی۔

لیکن اسکے باوجود امریکہ نے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت، مسلمانوں کو الزام کے کٹہرے میں کھڑا کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اس نے متعدد ملکوں، افراد اور متعین تنظیموں کو ملزم قرار دے دیا، جن میں سرِفہرست افغانستان، اس کے حکمراں طالبان اور ان کے مہمان اسامہ بن لادن اور ان کی تنظیم ''القاعدہ'' ہے۔ یعنی ان سارے ممالک افراد اور جماعتوں کو ملزم گردانا گیا جو اسلام اور مسلم ملکوں کے تئیں امریکہ اور صہیونیوں کی پالیسی پر غم و غصے کا اظہار کرتے رہے تھے۔

حالاں کہ مبصرین کا خیال ہے کہ ان کارروائیوں کو جس پختگی اور سلیقے اور غیر معمولی پلاننگ کے ساتھ انجام دیا گیا، اور جس کے پیش نظر عالمی ٹیلی ویژن پر واقعات کے تسلسل کا مطالعہ کرنے والے اب تک ہکا بکا ہیں، یہ ان طاقتوں اور تنظیموں کے بس کی بات نہیں، جنھیں اس سلسلے میں الزام دیا جارہا ہے۔ مبصرین کو یقین ہے کہ ان دھماکوں میں امریکہ کی سیکورٹی کے محکموں کا تعاون بالضرور شامل رہا ہوگا اور یہ کہ یہ طیارے اپنے اہداف پر جس طرح ٹھیک ٹھیک پہنچے، یہ تب ہی ممکن ہوا ہوگا، جب زمینی راڈار سسٹم کی ٹیکنیک، اس کو ناکارہ کردینے کے طریقے کی جان کاری اور اس کے زمینی اسٹیشن کا تعاون حاصل کرلیا گیا ہوگا۔ یہ غیر معمولی عمل وہی شخص انجام دے سکتا ہے جس کے پاس ٹیکنیکل وسائل اور اندرونی تعاون کی وہ مقدار حاصل ہو، جس کے بعد وہ بہ یک وقت چار طیاروں کو قریب اوقات میں، زمینی اور فضائی نگہ داشت کے نظام پر قابو پاکر، اپنے نشانوں پر لے جاسکتا ہو۔

ماہرین اور مبصرین کو بڑی حد تک یقین ہے کہ کارروائی کنندہ عرب اور مسلمان نہیں ہوسکتے؛ بلکہ متعدد قرائن کی وجہ سے اس کارروائی میں اسرائیلی خفیہ ادارے ''موساد'' کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، جب کہ دیگر قرائن کی روشنی میں اندرون امریکہ کے مسیحی اور یہودی اداروں کے ہاتھ ہونے کا شبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اندرون امریکہ سو سے زیادہ انتہا پسند تنظیمیں سرگرم عمل ہیں جن سے ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ افراد وابستہ ہیں۔ بعض مبصرین کا کہنا ہے کہ منگل کے حادثے نے جس میں جدید ترین طیاروں کو استعمال کیا گیا، متعین اہداف کی پختہ جان کاری کے بعد وقوع پذیر کیا گیا اور اہداف کو نشانہ بنانے اور انھیں تباہ کرنے کی بے انتہا صلاحیت کے ساتھ انجام دیا گیا؛ دنیا کو ایک ایسا پیغام دیا ہے جس سے سفید فام امریکیوں کی دہشت گرد اور تشدد پسند تنظیموں کے دل کی خلش پر از سر نو واضح روشنی پڑتی ہے، جس کی سرپرستی، دیو قامت ''ہولیووڈ'' کا ادارہ کرتا ہے۔ امریکہ میں ''آرین قوموں'' کی برتری کی علم بردار تنظیم سے وابستہ دو انتہا پسندوں کو ۱۹۹۸ء میں گرفتار کرلیا گیا تھا، جو میٹرو ریلوے میں دہشت گردانہ کارروائی کا پلان بنا رہے تھے۔ اسی طرح ۱۹۹۶ء میں ایف بی آئی نے [illegible] ''کو کلکس کلان'' اور ''آرین قوموں'' نامی

تنظیموں سے وابستہ ''انتہا پسند سر منڈھے ہوئے کمانڈوز'' کو پکڑ لیا تھا۔ یہ آٹھوں افراد سیاہ فام عیسائیوں کے کسی گرجا گھر اور ایک سیاہ فام نوجوان ''روڈی کینگ'' کو قتل کرنے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے جا رہے تھے۔ اسی نوجوان پر ''لوس انجلس'' شہر میں سفید فام پولس والوں کی طرف سے ۱۹۹۲ء میں بھی ظلم و تشدد ہوا تھا، جس کی وجہ سے سیاہ فاموں نے بڑے پیمانے پر فساد برپا کیا تھا۔

امریکی معاشرے کی ظاہری سیکولر سطح کے باوجود، اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ۲۶۰ ملین والے امریکا میں کم از کم ۲۰۰ ملین افراد متضاد اور عجیب و غریب عقیدوں اور افکار و خیالات کے حامل ہیں۔ یہ لوگ اپنے عقیدوں پر مضبوطی سے نہ صرف قائم ہیں، بلکہ انھیں برپا کرنے کے لیے سنجیدہ، پیہم اور ٹھوس سطح پر سرگرم عمل ہیں۔

اپریل ۱۹۹۵ء میں ''اوکلاہوما سیٹی'' میں ''فیڈرل بلڈنگ'' میں امریکی انتہا پسند، زبردست دھماکہ کر چکے ہیں، جس کے نتیجے میں ۱۸۶ افراد کی جان گئی اور ۴۰۰ افراد بری طرح زخمی ہوئے جن میں سے بہت سے بعد میں مر گئے۔ یہ دھماکہ ''ٹیموتھی ماکفی'' نام کے ایک شخص نے کیا تھا، جس کو تحقیق اور ملزم قرار دیے جانے کے عمل سے گزارنے کے بعد پھانسی دے دی گئی تھی۔ لیکن امریکی اور مغربی میڈیا نے، دھماکے کے فوراً بعد، اپنی عادت کے مطابق، زور و شور سے اس کی ذمے داری عربوں اور مسلمانوں پر ڈالنی شروع کر دی تھی۔

رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ میں اس وقت ۲۷۴ نسل پرست اور تشدد پسند تنظیمیں سرگرم عمل ہیں۔ ''کوکلاس کلاین'' ان تنظیموں میں سر فہرست شمار کی جاتی ہے۔ یہ امریکا میں سفید فاموں کی برتری کے لیے سرگرم کار ہے اور شدید نسل پرستانہ خیالات کا بیج بونے کے لیے ہر طرح کے طریقے پر عمل پیرا رہی ہے۔ ''ملیشیا میچی ون'' بھی انتہائی خطرناک تنظیم ہے، جو امریکی حکومتوں کے ڈکٹیر اور آمرانہ حکومتیں ہونے کا عقیدہ رکھتی ہے۔ (۱)

لائق ذکر ہے کہ ۱۹۶۵ء میں امریکی صدر ''ابراہام لنکون''، ۱۹۶۳ء میں صدرِ امریکہ ''جون کنیڈی''، ۱۹۶۵ء میں ''اسلامی امت'' کے سربراہ ''میلکولم ایکس'' اور ۱۹۶۸ء میں شہری حقوق کے علم بردار سیاہ فام امریکی لیڈر ''مارٹن لوتھ کینگ'' کا قتل امریکیوں نے ہی کیا تھا؛ حالاں کہ مغربی میڈیا نے اس وقت ''کنیڈی'' کے قتل کے لیے ''سرحان بشارہ'' نام کے عربی مسلمان کو بہت زیادہ شہرت دی تھی، جب کہ تحقیق سے پتہ چلا کہ ان کا قتل ''نازی'' رجحان کے امریکی ''لی ہارفی از ویلڈ'' نے کیا تھا۔

فیڈرل تحقیقی آفس (ایف بی آئی) کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۳ء کے مابین امریکہ میں ۳۲ مسلح حملوں کے ذریعے متعدد سرکاری عمارتوں کو نشانہ بنایا گیا، جب کہ اسی عرصے میں امریکی انتہا پسندوں نے تربیتی اور تعلیمی اداروں کے خلاف ۲۸ مسلح حملے کیے۔ سیکورٹی کے محکمہ کی ایک رپورٹ بتاتی ہے کہ صرف ۱۹۹۳ء کے دوران دہشت گردانہ کارروائیوں کی وجہ سے امریکہ کو ۵۲ کروڑ دس لاکھ ڈالر کا نقصان ہوا اور ۱۴۴۵ افراد لقمۂ اجل ہوئے یا زخمی ہوئے۔ (۲)

۱۱ ستمبر کے واقعات کے سلسلے میں صہیونی کردار کے حوالے سے گہرے شبہات

عربی اور غیر ملکی سفارتی ذرائع نے ۱۱ ستمبر کے واقعات کے حوالے سے اسرائیلی کردار پر زبردست شبہات ظاہر کیے ہیں۔ لبنان کے "المنار" فضائی چینل نے انکشاف کیا ہے کہ عالمی تجارتی مرکز سے واقعات والے دن ۴۰۰۰ (چار ہزار) امریکی غائب رہے۔ یہ یہودی وہاں کام کرتے تھے؛ لیکن اس دن کام پر نہیں گئے۔ چینل نے کہا ہے کہ ان کی اس روز غیر حاضری اسرائیلی سرکار کے اشارے سے عمل میں آئی تھی؛ اسی لیے امریکی اہل کاروں کو شبہ ہے (ہر چند کہ انھوں نے کسی "خاص مقصد" کے تحت ان شبہات کو عام کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی؛ بلکہ ان کے اِخفا کی کوشش کی) کہ اسرائیلی حکومت کے افسران کو پہلے سے ان حملوں کا علم تھا، لیکن انھوں نے کسی سبب سے امریکی سرکار کو اس کی اطلاع دینی مناسب نہیں سمجھا۔ دوشنبہ ۱۷/۹/۲۰۰۱ء کو عمان سے شائع ہونے والے عربی اخبار "الوطن" نے کہا ہے کہ حملے کے بعد نیویارک سے جاری کردہ رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکز میں کام کرنے والے اسرائیلیوں میں سے کوئی بھی زخمی تک نہیں ہوا۔

اسرائیل کے عبرانی زبان کے اخبار "ہارتس" نے اپنے ۱۸/۹/۲۰۰۱ء سہ شنبہ کے شمارے میں انکشاف کیا تھا کہ نیویارک کے اسرائیلی قونصل خانے کو "ایف بی آئی" کی طرف سے وصول شدہ معلومات مظہر ہیں کہ "نیوجرسی" شہر میں، دھماکے میں ملوث ہونے کے شبہے میں پانچ اسرائیلیوں کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔

یہودیوں کی نفسیات، عالمی صہیونیت کی پلاننگ اور برادرانِ خنازیر کی سازشوں سے واقفیت رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ "تہذیبوں کے ٹکراؤ"، زمین پر فساد برپا کرنے، انسانوں کو روحانی اور مادی نقصانات سے دوچار کرنے اور اپنے ہر مخالف کو صرف اپنا ہی نہیں ساری انسانیت کا دشمن باور کرانے کے لیے، ہمہ وقت توڑ جوڑ کی پالیسی پر عمل پیرا رہنا ہی، ان کی زندگی کا واحد مقصد ہے۔ ان واقف کاروں کے لیے یہ یقین کرنا مشکل نہ ہوگا کہ ۱۱ ستمبر جیسے طویل مرحلے سے گزرے ہوئے، سوچے ہوئے اور غیر معمولی پختہ کاری سے انجام دیے گئے حملے یہودیوں اور ان کی خفیہ تنظیم "موساد" کے لیے کس قدر آسان اور بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

امریکہ کے سابق صدر "بنجامین فرنکلین" یہودیوں کی ناپاک سرشت اور بدباطنی سے، بعد کے تمام صدور کی بہ نسبت زیادہ واقف تھے۔ امریکہ میں آبسنے والے یہودیوں کی وجہ سے امریکہ کو لاحق ہونے والے خطرات، نقصانات اور اندیشوں کا بھی انھیں بخوبی اِدراک تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یہودی آئندہ چل کر امریکہ کی سرزمین کو، زمین میں شرارت مچانے اور اطرافِ عالم میں دہشت گردی و فساد کو برآمد (ایکسپورٹ Export) کرنے کے لیے بالضرور استعمال کریں گے۔

اسی لیے "فرنکلین" نے ۱۷۸۹ء میں ریاست ہائے متحدہ کے آئین کے وضع کرنے کے وقت، قوم کے نام اپنے خطاب میں اپنی قوم اور ارباب حکومت کو ان الفاظ میں متنبہ کیا تھا:

’’ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو ایک عظیم خطرہ درپیش ہے، یہ عظیم خطرہ یہودیوں کا خطرہ ہے۔ حضرات! یہودی جہاں بھی گئے، اخلاقی معیار کا ستیاناس کیا، تجارتی عہد و پیمان کا کباڑا کیا۔ ہنوز یہودی الگ تھلگ رہتے ہیں وہ دوسروں میں گھل مل نہیں پاتے۔ وہ ظلم و جور میں یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ معاصر اقوام کا گلا دبا رہے ہیں، یہودی اپنی بدنصیبی پر رو رہے ہیں کہ آبا و اجداد کے وطن سے دھتکار دیے گئے؛ لیکن حضرات! اگر انھیں آج فلسطین دلا دیا جائے تو وہ وہاں واپس جانے کو تیار نہ ہوں گے؛ کیوں کہ یہ ایک دوسرے کے سہارے جینے کے عادی ہیں۔ یہودی عیسائیوں اور ان لوگوں کے درمیان رہنا ناگزیر سمجھتے ہیں جن سے ان کا نسلی تعلق نہیں...

’’اگر انھیں ریاست ہائے متحدہ کے دستور کی رو سے یہاں سے راندہ نہیں کیا گیا، تو آئندہ سو سال کے دوران، ان کا سیلاب ریاست ہائے متحدہ میں اتنا امڈ آئے گا کہ وہ ہماری قوم کے حکمراں بن بیٹھیں گے اور اسے تباہ و برباد کر دیں گے اور اس حکم رانی کی شکل و صورت کو بدل ڈالیں گے جسکے لیے ہم نے اپنا لہو صرف کیا ہے اور ہم نے اپنی جان و مال اور اپنی انفرادی آزادی کو قربان کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ دو سو برس بھی نہ گزریں گے کہ ہمارے (احفاد) پوتوں کا انجام یہ ہوگا کہ یہودیوں کو کھلانے کیلئے وہ کھیتوں میں کام کرینگے، جب کہ یہود بھرے پرے گھروں میں داد عیش دیں گے اور مارے خوشی کے ہاتھوں اچھلیں گے۔

’’حضرات! میں آپ لوگوں کو خبردار کرتا ہوں کہ اگر آپ نے یہودیوں کو مکمل طور پر دیش نکالا نہیں دیا، تو آپ لوگوں کی اولاد و احفاد آپ پر قبروں میں مدفون ہونے کی حالت میں لعنت بھیجیں گے ... یہودی خواہ دس نسلوں تک ہمارے درمیان رہیں، وہ ہماری اعلیٰ قدروں کو ہرگز نہیں اپنائیں گے؛ اس لیے کہ تیندوا اپنی سیاہ سفید کھال کو نہیں بدل سکتا۔ بلاشبہ یہودی اس ملک کے لیے خطرہ ہیں، اگر انھیں آزادی سے یہاں آنے دیا گیا۔ یہ ہمارے اداروں کو ملیا میٹ کر دیں گے؛ لہٰذا دستور کی تصریحات کے مطابق انھیں یہاں سے بھگا دیا جانا چاہیے۔‘‘(۳)

یہ ذہانت پر مبنی دستاویز اس بات کی طاقت ور ترین دلیل ہے کہ امریکہ کی ۱۱ ستمبر کی کارروائی صہیونیوں کا کارنامہ ہوسکتی ہے۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ واقعے کے بعد سے ہی عالمی صہیونیت اور یہودی لابی کی طرف سے مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے عربوں اور مسلمانوں کو ملزم قرار دیے جانے کی پر زور سفارش کی جاتی رہی ہے۔ جس کا مقصد اپنے آپ کو اس الزام سے بری کرنا اور امریکی ’’تحقیق‘‘ کاروں کی توجہ کو یہودیوں کی طرف تحقیق کا رخ موڑنے سے باز رکھنا ہے؛ چناں چہ عبرانی زبان کے ’’بدیعوت احرنوت‘‘ اسرائیلی اخبار نے ۱۲/۹/۲۰۰۱ء کے شمارے میں کہا کہ ’’امریکہ کو، کل اسلامی بنیاد پرستی کی شکل میں اپنے حقیقی دشمن سے سامنے ہوا ہے، جس کا نصب العین ریاست ہائے متحدہ کو نیست و نابود کرنا ہے، کیوں کہ امریکہ اس کی نگاہ میں مذہبی آزادی اور جمہوریت پر قائم نظام حیات کا نمائندہ ہے۔‘‘

مسلمانوں خصوصاً فلسطینی عربوں کے خلاف دنیا والوں کو برانگیختہ کرتے ہوئے اخبار نے لکھا ہے کہ ’’یہ واقعہ ایک ایسے وقت میں پیش آیا ہے، جب کہ اسرائیل یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کو بھی اسی قسم کے دشمن سے سابقہ ہے، جو

اسلامی تحریکات کی شکل میں پایا جاتا ہے، جن کا مقصد اس علاقے سے صہیونی وجود کا قلع قمع کرنا ہے۔''

صہیونی میڈیا نے تمام حدود کو پار کرتے ہوئے خود مذہبِ اسلام کے خلاف، انتہائی اشتعال انگیزی سے کام لیا اور اسلام کو سارے عالم میں تشدد اور دہشت گردی کا سرچشمہ قرار دیا۔ عبرانی زبان کے ''ہارتس'' اخبار نے کہا کہ نیویارک اور واشنگٹن کے دھماکوں نے دو بالمقابل کیمپوں کی صف بندی کو نمایاں کر دیا ہے: اچھے انسانوں کے تہذیبی کیمپ اور شریر لوگوں کے غیر تہذیبی کیمپ کی صف بندی کو۔ اخبار نے بے انتہا شریروں اور بے انتہا نیکوں کے مابین ثقافتی جنگ لڑنے کی دعوت دی۔ اسرائیل کے ''معاریف'' اخبار نے لکھا کہ امریکہ کے حالیہ دھماکوں سے اس بات کی غمازی ہوتی ہے کہ جنگ دو ایسی عالمی ثقافتوں کے مابین ہے، جن کے درمیان دور دور تک کوئی قدرِ مشترک نہیں، یعنی مغربی دنیا کی ثقافت اور اسلامی بنیاد پرستوں کی اخلاقی بنیادوں کی ثقافت کے مابین۔ اسرائیل کے دوسرے اخبار ''جیروزالم پوسٹ'' نے کھلے الفاظ میں امریکہ کو اسلام سے ٹکرانے کی اس طرح دعوت دی:

''اگر ریاست ہائے متحدہ نے ہوش کے ناخن نہیں لیے اور تعصب پسند اسلام اور عالمی دہشت گردی کے خلاف فی الفور جنگ نہیں چھیڑی، تو اسے انتہائی اور خطرناک اقدامات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ مغربی تہذیب کو ہنوز اس کا ادراک نہیں کہ اس کی بقا خطرے میں ہے اور اگر اس نے ناگزیر فریضہ انجام نہیں دیا اور وہ کچھ نہیں کیا جو اسے کرنا چاہیے، تو صفحۂ ہستی سے اسے مٹا دیا جائیگا۔''

اسرائیلی خفیہ تنظیم ''موساد'' کے سابق صدر نے دھماکوں کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

''یہ آزاد دنیا کے خلاف جنگ ہے، ہم سال ہا سال سے اسلامی بنیاد پرستی کے خطرے سے خبردار کرتے رہے ہیں۔''

صہیونی اہل قلم، اسلام اور مسلمانوں کو بدترین القاب سے نوازنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کسی نے مسلمانوں کو ''نئے قسم کے بربری'' کہا، کسی نے ''مذہبی کٹر پرست'' کسی نے ''جنونی انتہا پسند''، کسی نے ''عالم کے لیے نمبر ایک خطرہ''، کسی نے ''سب سے بڑا دشمن'' اور ''خطرناک بھوت'' کہا۔ حتی کہ ''معاریف'' اخبار کے ایک صہیونی مضمون نگار نے انتہائی زہریلے اور تلخ اسلوب میں یہ تک کہہ ڈالا کہ:

''اسلام نے لاکھوں بوتلوں میں خوفناک بھوت پیدا کر کے داخل کر دیے ہیں، جنھیں ہزاروں مسجدوں میں رکھ دیے ہیں۔ اکنافِ عالم میں آخری سالوں میں جو دہشت گردانہ کارروائیاں دیکھنے کو ملیں، ان میں سے اکثر کا ایک ہی رخ تھا یعنی ان کا رخ اسلامی علاقے سے یہودی مسیحی علاقے کی طرف تھا۔''

''آج محمد کے پاس ایک ارب مسلمان ہیں، جو دنیا کے ہر چھ میں سے ایک ہیں؛ لیکن اِس مذہب کے سرگرم وجود کے لیے ہنوز تشدد کو شرعی وسیلہ سمجھا جاتا ہے، وہ مذہب جس نے اپنے جھنڈے پر کرۂ ارض کو ''امت واحدہ'' میں تبدیل کرنے کا نعرہ نقش کر رکھا ہے۔ یہ لوگ مکہ کو اپنا قبلہ مانتے ہیں۔ اس حقیقت کو ہر بچہ غزہ (فلسطین) میں اور ''کابل'' (افغانستان) میں اپنی پیدائش کے وقت کیسے ہی اپنی ماں کے دودھ کے ساتھ نوش کرتا ہے۔''

نیز صہیونی خفیہ سروسز نے چھوٹتے ہی عربی ملکوں کو دھماکوں کا الزام دیا، چناں چہ اسرائیل کے ''معاریف'' اخبار نے چہار شنبہ ۱۲/ ۹/ ۲۰۰۱ء کو یعنی واقعے کے صرف ایک دن بعد اُن صہیونی ذرائع کا یہ بیان نقل کیا کہ اتنا بڑا واقعہ کسی ملک کے تعاون کے بغیر انجام نہیں دیا جاسکتا۔ اس نے اس پس منظر میں عراق اور ایران کا نام لیا۔

کیا یہ طیارے اغوا ہوئے تھے؟

امریکہ میں چوں کہ صہیونیوں کی طاقت مرعوب کن ہے اور وہ امریکی اقتصادیات اور ذرائع ابلاغ پر قابض ہیں، اسلیئے بہت سے مبصرین نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پنٹاگن سے ٹکرانے والے طیاروں کو ''اغوا کردہ طیارے'' ماننے سے انکار کردیا ہے۔ انکا کہنا ہے کہ بھاری بھرکم طیارے جنھیں بے حد سرعت کیساتھ انتہائی نیچائی پر پرواز کرایا گیا، اور ٹھیک ٹھیک نشانوں سے ٹکرادیا گیا، یہ کام عام ہوابازوں کے بس کی بات نہیں ہوسکتا۔ اس طرح کا ہر اعتبار سے غیر معمولی کام اعلیٰ درجے کے ماہرین کرسکتے ہیں، جو طیارہ سازوں کی سطح کے بھی ہوسکتے ہیں اور جنھیں طیاروں پر کمپیوٹروں کے ذریعے کنٹرول کے سسٹموں سے کھلواڑ کرنے کی، اس درجہ صلاحیت ہو کہ وہ پوری نزاکت کیساتھ ہوائی جہازوں کو اہداف کی سمت میں موڑ سکتے ہوں؛ لہٰذا یہ سارا کچھ تب ممکن ہوسکتا ہے جب ریاست ہائے متحدہ کے باشندے ہی اسے انجام دیں، جو یہودی صہیونی بھی ہوسکتے ہیں جو ایک طرف سارے عالم پر اپنی گرفت مضبوط کرنے اور دوسری طرف تہذیبوں خصوصاً اسلام اور مسیحیت کے مابین خون ریز تصادم کو ہوا دینے کا خواب مسلسل دیکھتے رہتے ہیں۔

اس خیال کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ اہداف سے ٹکرانے والے طیارے، امریکہ کی اندرونی پرواز پر تھے، اہداف کی طرف انھیں براہ راست اور ٹھوس طریقے سے لے جایا گیا، واقعے کے بعد طیاروں کے ''کھو جانے'' کا اعلان کیا گیا، طیاروں کے ''اغوا کرلیے جانے'' کا اعلان نہیں کیا گیا۔ اگر طیارے اغوا کرلیے جاتے تو متعلقہ حکام کے پاس اس کی معلومات ضرور ہوتی، یہ معلومات ہر طیارے کے ہواباز سے رابطے کے ذریعے حاصل کی جاسکتی تھیں۔ یہ رابطہ بذریعہ آواز، یا بذریعہ الیکٹرانک سہولت کیا جاسکتا تھا۔ اس رابطے کا موقع نہ ملنے کی صورت میں، خود طیارے میں متعدد رابطے کی سہولتیں موجود ہوتی ہیں، جنھیں کام میں لایا جاسکتا تھا اور یہ کام کوئی شخص بھی کرسکتا تھا، خواہ وہ اسٹاف کا آدمی ہو یا عام مسافر۔ سب سے آسان ذریعۂ ربط کومن فون ہے، جو ہر طیارے میں ہوا کرتا ہے۔

نیز یہ کہ قریب قریب وقت میں کئی ایک طیاروں کے ''اِغوا'' کے عمل کا وقوع پذیر ہونا تقریباً محال ہے، خصوصاً ایسے ملک میں جو سات آسمانوں کی بلندی سے زمین پر سوئی گر جانے کی آواز کے سن لینے کا دعویٰ کرتا ہے؛ اس لیے اغوا کی کسی ایک کارروائی کو ناکام ہو جانا تھا اور نتیجتاً سارے منصوبے کا پردہ فاش ہو جانا چاہیے تھا۔ بفرض محال، اگر طیاروں کا اغوا مختلف الاقسام طیاروں کو اڑانے کی مکمل جان کاری رکھنے والے ماہر ہوابازوں کے ذریعے ہوا تھا جو طیاروں اور ان کے عملے کے افراد پر مکمل طور پر قابو پانے اور طیاروں کے رابطے کے تمام ذرائع کو منقطع کرنے میں کام یاب ہو گئے، تو بھی یہ بات ضروری ہے کہ ہوابازوں کو متعینہ پوائنٹ کی طرف موڑنے اور پوائنٹ کے کورڈینٹس Coordinates

اور کارروائی کی کام یابی، کی متوقع جگہوں کا بخوبی علم یقیناً تھا اور اس طرح کی پختہ جان کاری کا حصول غیر امریکیوں کے لیے ناممکن ہے؛ بلکہ عام امریکیوں کے لیے بھی ممکن نہیں، وہی امریکی اس طرح کی معلومات سے بہرہ ور ہوسکتے ہیں جو فضائی اور پرواز کے میدان کے ہوں یا جن کا تعلق اِس کارروائی کے ذریعے حاصل کردہ اہداف سے رہا ہو۔

بہرصورت اس پوری تفصیل سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ ۱۱ رستمبر کی کارروائی یا تو امریکی صہیونیوں نے انجام دیا ہوگا، یا ان امریکیوں نے جو کسی نہ کسی وجہ سے امریکی حکومت سے حد درجہ ناراض ہیں، یا جنھوں نے، مادی سیاسی یا اقتصادی مفادات کی بنیاد پر، براہ راست یا بالواسطہ طور پر جاپانیوں سے تال میل کیا ہوگا، جنھوں نے ''ہیروشیما'' اور ''ناگاساکی'' پر امریکہ کے ذریعے کیے گئے نیوکلیائی بم باری میں ڈھائی لاکھ شہریوں سے ہاتھ دھولیا تھا؛ یا ان ویتنامیوں کے ایجنٹ کے طور پر کام کیا ہوگا جنھوں نے ''ویتیہ'' کی بم باری میں لاکھوں ہم وطنوں کو لقمۂ اجل ہوتے ہوئے دیکھا تھا؛ یا ان کے علاوہ دیگر بہت سارے لوگ جو برابر ساری دنیا میں کھلی ہوئی امریکی جارحیت کا مزہ چکھتے رہے اور چکھ رہے ہیں اور سرکاری اور غیر سرکاری سطح کے امریکیوں کی اعلیٰ سطح کی برادری سے کلوشن (Collusion) کرنے کی صلاحیت کے ذریعے ''خرق عادت'' کارروائی کے انجام دینے کی مہارت رکھتے ہیں۔ ایک ایسی کارروائی کہ جو انسانی تاریخ میں صدیوں کے واقعات کے درمیان بے نظیر تھی۔

ماہرین اور مبصرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ چوں کہ ''موساد'' اپنی سازشوں، دہشتگردیوں، تخریب کاریوں اور مفسدہ پردازیوں میں جدید ترین مہارتوں کی حامل ہے؛ اسلیے، نیز اِسلیے کہ امریکہ میں یہودی بہت بڑی اقلیت ہیں اور عسکری، اقتصادی، ابلاغی، انتظامی اور تشریعی زمروں میں زبردست اثر ورسوخ رکھتے ہیں؛ لہٰذا انکے پاس نیویارک اور واشنگٹن کی فضاؤں، وہاں کی عمارتوں، ان کی کم زوری اور توانائی کی جگہوں سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ واقفیت ہوسکتی ہے اور وہ اپنے دوررس اور مشکوک مقاصد کے حصول کیلئے اس طرح کی کارروائی کو انجام دینے کے زیادہ اہل ہیں۔

متعدد احتمالات سے امریکی انتظامیہ کی بالقصد چشم پوشی

خلاصہ یہ کہ ۱۱ رستمبر کے واقعات کے اصل مرتکبین کے سلسلے میں طرح طرح کے احتمالات موجود تھے؛ لیکن امریکی انتظامیہ نے بالارادہ سارے احتمالات سے چشم پوشی کرتے ہوئے، صرف عربوں اور اور مسلمانوں کو ''مجرم'' شمار کرنے پر سارا زور صرف کرنا شروع کیا۔ اس کے لیے اس نے تحقیق، تفتیش، تلاش اور پوچھ تاچھ کا ایک ٹھوس کرداروں والا ڈراما رچایا، جس کی بنیاد محض ''دستاویزات'' کے گڑھنے اور جھوٹے شواہد پیدا کرنے پر رکھی گئی، جس سے ایک بار پھر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف امریکہ کے متعصبانہ اور دشمنانہ عزائم کا پردہ فاش ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے تاکہ انتہائی بڑے پیمانے پر، امریکہ اور مغربی صلیبی صیہونی طاقتوں کے لیے، اسلامی طاقتوں پر ضرب لگانا اور قلع قمع کرنا آسان ہو اور دہشت گردی کو ختم کرنے کے بہانے اسلام کے خلاف بھرپور اور عمومی جنگ چھیڑی جاسکے۔

اس پس منظر میں امریکہ کے صدر ''جورج ڈبلیو بش'' کا ۱۶ رستمبر ۲۰۰۱ء کو یعنی واقعے کے چار روز بعد یہ کہنا

کہ ''ان کا ملک ایک زبردست صلیبی جنگ کے لیے تیار ہے'' ''سبقت لسانی'' یا ''اتفاقی غلطی'' قرار نہیں دیا جاسکتا۔ خصوصاً اس لیے کہ ہرچند کہ مغربی میڈیا نے امریکی صدر کے اِس واضح قول کی مختلف تعبیریں کی اور تاویلیں ڈھونڈی ہیں؛ لیکن صہیونی ملک کو بے انتہا مدد دینے والے سب سے بڑے صلیبی ملک کے اس صلیبی سربراہ نے ۲۷/اکتوبر ۲۰۰۱ء کو میرے ان سطروں کے لکھنے کے وقت تک، اپنی زبان سے کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہا ہے، جس کو صراحتہً یا کنایتہً ''اظہار معذرت'' کا معنی پہنایا جاسکے اور یہ کہا جاسکے کہ واقعتاً اس کا وہ مقصد نہیں تھا، جو الفاظ سے مترشح ہوتا ہے۔ کائنات کے خالق اور اپنے بندوں کے لیے محض دین اسلام کو پسند کرنے والے، آخری کتاب قرآن پاک کے نازل کنندہ، خدائے واحد نے، اپنی آخری کتاب میں کتنی سچی بات کہ دی ہے:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ (آل عمران/۱۱۸)

(نکلی پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے اور جو کچھ مخفی ہے انکے جی میں، وہ اس سے بہت زیادہ ہے)

اسی طرح مغربی تہذیب کے ایک نمائندے اور اسلام دشمن طاقتوں میں سے ایک ملک، یعنی اٹلی کی حکومت کے صدر ''سیلفیو برلوسکونی'' کا چہارشنبہ ۲۶/ستمبر ۲۰۰۱ء کو یہ کہنا کہ ''مغربی تہذیب اسلام سے برتر ہے'' ''سبقت لسانی یا کسی غلطی کا نتیجہ نہ تھا؛ بلکہ یہ دل میں پوشیدہ ''سچائی'' کا ''سچا'' اظہار تھا۔ اٹلی کے صدر کا یہ بیان ایک پریس کانفرنس میں سامنے آیا، جس میں انھوں نے کہا تھا کہ ۱۱/ستمبر کی ظالمانہ کارروائیوں کا نشانہ، صرف ریاست ہائے متحدہ ہی نہیں؛ بلکہ رواداری کا وہ کلچر تھا، جو انسانی حقوق اور جمہوری بنیادوں کو محیط ہے، جن پر ہمیں فخر ہے، ہماری تہذیب نے اپنی برتری ثابت کی ہے۔

اٹلی کے صدر نے ہرچند کہ بعد میں اس سلسلے میں اظہارِ معذرت کیا تھا؛ لیکن مذکورہ بالا الفاظ درحقیقت اسکے دل کی اور مغربی تہذیب کے نمائندوں اور صلیبی صہیونی طاقتوں کے ضمیر کی آواز تھی، جو زبان پر ابل پڑی اور جو کچھ ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے، وہ اس سے زیادہ تلخ اور شرارت انگیز ہے۔

امریکہ کے حالیہ رویے کے سلسلے میں ساری دنیا کے مسلمانوں کی رائے

ہم مسلمانوں کو (خواہ ہم کہیں کے رہنے والے ہوں) پوری طرح یقین ہے کہ امریکہ اس وقت اپنے دور رس مقاصد کے حصول کیلئے عزم کیے ہوئے ہے۔ اسکے مقاصد اجمالاً یہ ہیں:

اولاً اسلامی طاقتوں پر ضرب لگانا، اسلامی بیداری کی لہر کو مکمل طور پر درگور کرنا، دینی سرچشموں کو خشک کرنا۔

ثانیاً مکمل اسلامی حکومت کے موجودہ تجربے کو ناکام دکھانا۔ ثالثاً، وسطی ایشیا میں توانائی کے سرچشموں پر قبضہ اور خلیجی علاقے میں حاصل کردہ اثر و رسوخ کی مانند اس وسیع تر علاقے میں اپنی اسٹریٹیجک دخل اندازی کو مستحکم کرنا۔

رابعاً، ساری دنیا کے ذخائر پر تسلط کیلئے سرگرم کار ''عالم گیریت'' کی شکل میں سرمایہ دارانہ انفرادیت کو اور اپنے مادی تہذیبی منصوبے کو اسلامیانِ عالم اور ساری انسانیت پر لادنا۔

اس ہمہ گیر منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے، یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ یہ منصوبہ وقت کی پیداوار نہیں؛ بلکہ سالہا سال سے امریکی دستاویزات اور فیصلوں کا حصہ رہا ہے۔ خصوصاً ۱۹۸۴ء سے، جب امریکہ کے صدر ''جیمی کارٹر'' نے اسلام کے خلاف واضح امریکی پالیسی وضع کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ خصوصاً جب امریکہ کے یہودی وزیر خارجہ ہنری کیسنجر نے ''اسلاموفوبیا'' یعنی ''اسلامی خطرے'' کو پیش نظر رکھنے کی اہمیت پر زور دینا شروع کیا تھا۔ اس کا خیال تھا اور ہے کہ اسلام مغرب کے لیے کیمونزم سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیسنجر کو لاطینی امریکہ کے مشہور اہل قلم ''ایڈوارڈو گالیونو'' نے پوری دنیا میں دہشت گردی کا سب سے بڑا پاسدار اور معاون قرار دیا ہے۔ مذکورہ رائٹر کہتا ہے کہ ''میری رائے میں کسی بھی انسان سے پہلے کیسنجر کو بم سے اڑا دینا چاہیے'' وہ مزید کہتا ہے: ''جوڑواں میناروں میں لوگوں کو قتل کرنے والے، نیز ''گواٹیمالا'' میں دو لاکھ انسانوں کے قاتل، مسلمان انتہا پسند نہیں تھے، بلکہ ان کے قاتل وہ دہشت گرد ہیں جنھیں سابقہ امریکی انتظامیہ کی طرف سے مالی امداد ملتی رہی ہے۔''(۴)

پہلے سے طے شدہ منصوبے کو زیر عمل لانے کے لیے ہی امریکہ اور مغربی میڈیا اور امریکی انتظامیہ نے مذکورہ بالا بہت سے احتمالات سے صرف نظر کیا اور مسلمانوں اور عربوں کو قربانی کا بکرا بنانے کے لیے صرف انھی کو ملزم قرار دیے جانے پر سارا زور صرف کرنا شروع کیا۔ اس کے لیے ''دستاویزات'' وضع کیے گئے اور حکام کی طرف سے ''تحقیقی'' ڈرامے کے اسٹیج کیے جانے سے پہلے ہی بوش نے مبینہ طور پر وہ بات کہی جو ذرائع ابلاغ میں امثال کی طرح سیکڑوں بار دہرائی گئی: ''زندہ یا مردہ اسامہ چاہیے'' اور اس کے نائب ''ڈگ چینی'' نے- جو بہ وقت حادثہ وہائٹ ہاؤس کے سرداب میں جا چھپے تھے- کہا: ''اس کو چاندی کے طبق میں سجا ہوا بن لادن کا سر چاہیے۔'' بوش اور ان کے رفقائے کار نے اعلان کیا کہ دنیا یا تو ان کے ساتھ ہے یا ''دہشت گردی'' کے ساتھ، ہم مجرمین اور ان کی میزبانی کرنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں کریں گے، خواہ وہ فرد ہو یا جماعت یا ملک۔ ''دستاویزات'' گڑھنے اور شواہد بنانے کیساتھ ساتھ، بوش اور ان کے حلیف برطانوی وزیر اعظم ''ٹونی بلیر'' اور امریکہ کے وزیر خارجہ و وزیر جنگ نے دنیا کی راج دھانیوں، خصوصاً مغربی، اسلامی و عربی و ایشیائی ممالک کے تابڑ توڑ دورے کیے۔

بوش نے پاکستان کے صدر پرویز مشرف کو، ذرائع کے مطابق، واقعے کے بعد والی رات میں دیر گئے نیند سے بیدار کر کے دھمکی آمیز لہجے میں کہا کہ ''تم میرے ساتھ ہو یا دہشت گردی کے ساتھ''۔ اسی طرح انھوں نے ملکوں کی طاقت اور کمزوری کے اعتبار سے تہدید یا ترغیب سے کام لیا اور متعدد ملکوں کو اپنی غلامی اور امریکہ کے ساتھ لامحدود وفاداری کی دوٹوک لفظوں میں یقین دہانی کرانے کا حکم دیا۔

''تحقیقی'' کارروائی کے وقت امریکی حکام نے تشدد، طاقت کا استعمال، ایذا رسانی، دور تک پیچھا کرنے، ڈرانے دھمکانے اور خوف و دہشت کاری سے کام لیا، جس کی گواہی اخبارات اور ذرائع ابلاغ نے دی ہے۔ ہمارے ہندوستان کے اردو کے روزنامے ''قومی آواز'' نئی دہلی نے اور نئی دہلی کے دوسرے اردو روزنامے ''راشٹریا سہارا'' نے

جوخبریں نشر کیں وہ مظہر ہیں کہ ''ایف بی آئی'' کے عملے نے مسلمانوں اور عربوں کو دہشت زدہ کیا، پریشان کیا اور واقعے میں ملوث ہونے کا اعتراف کرنے کے لیے ان کے ساتھ ناروا اور نازیبا سلوک کیا۔

امریکہ میں خصوصاً اور یورپ کے ملکوں میں عموماً مسلمانوں اور عربوں کے ساتھ حد درجہ دشمنی اور تعصب کی لہر پیدا کی گئی۔ اس لہر کو پیدا کرنے میں مغربی میڈیا کی مسلمانوں اور عربوں کے خلاف زبردست مہم جوئی کا ہاتھ ہے، جس نے اپنے شہریوں اور دنیا والوں کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ امریکہ کے دھماکوں کے مجرم بالیقین عرب اور مسلمان ہیں۔ اس اثنا میں یورپ کے ملکوں اور امریکا میں مسلمانوں اور عربوں کے خلاف بے نظیر نسلی تفریق اور تعصب کے واقعات رونما ہوئے۔ مسجدوں میں آگ زنی کی گئی اور فائرنگ بھی ہوئی؛ اسلامی اداروں کی عمارتوں کو نذر آتش کیا گیا، انھیں آتش گیر بموں سے نشانہ بنایا گیا؛ اسلامی اداروں اور اسلامی شخصیات کو فونوں پر لاتعداد دھمکیاں دی گئیں؛ مسلمانوں کی دکانوں، پٹرول اسٹیشنوں، اور تجارتی منڈیوں کو نقصانات پہنچایا گیا؛ مسلم خواتین سے چھیڑ چھاڑ کیا گیا، ان کے ساتھ بے حرمتی کا معاملہ کیا گیا اور ان کی طرح طرح سے تذلیل کی گئی؛ مسجدوں کی دیواروں، مسلمانوں اور عربوں کے گھروں اور ان کی دکانوں کی دیواروں پر عرب اور مسلمان و اسلام دشمن نعرے لکھے گئے؛ حتی کہ مسلمان ہونے کے شبہے میں بعض ''سکھوں'' کو بھی قتل کر دیا گیا۔ بہ ہر صورت یورپی ملکوں اور امریکہ میں عربی اور اسلامی شناخت کی ہر چیز کے خلاف زبردست غم و غصے کا اظہار کیا گیا۔ (۵)

بلا استثنا سارے عربوں اور مسلمانوں کو ملزم کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا؛ چناں چہ ایک عربی اخبار نے ایک ہی دن میں اس سلسلے کی جو سرخیاں لگائیں وہ کچھ اس طرح تھیں: 'یورپ میں کیمیائی حملوں کے لیے منصوبہ بنا رہے ایک گروہ کی گرفتاری''، ''ایک جزائری ہواباز سے برطانیہ کی پوچھ گچھ''، ''قاضی جرح کی ایک ملزم سے سوال و جواب کرنے کے لیے دبئ روانگی''، ''امریکی ہوائی اڈوں پر عربوں کے سلسلے میں سیکورٹی کی سخت کارروائیاں''، ''غزہ (فلسطین) میں ایک بنیاد پرست گروہ کا انکشاف''، ''امریکہ کی طرف سے افریقہ کو مشتبہ افراد کی فہرست''، ''فلپائن میں بنیاد پرست قیدیوں سے امریکہ والوں کی باز پرس''، ''(سان ڈیگو) میں ایف بی آئی کی طرف سے چار کویتیوں اور ایک سعودی سے اظہار بیان''، ''کچھ امریکی مسافروں کے ذریعے طیارے سے عرب مسافروں کو اترنے اور متعینہ فلائٹ سے سفر نہ کرنے کے لیے مجبور کر دیا جانا'' وغیرہ وغیرہ۔ (۶)

اعداد و شمار کی روشنی میں دیگر مغربی ملکوں کے استثنا کے ساتھ صرف امریکہ میں جمعہ ۲۰۰۱/۹/۲۸ء (۹ رجب ۱۴۲۲ھ) تک مسلمانوں اور عربوں کے ساتھ کیے گئے ظالمانہ واقعات کی تعداد ۶۲۵ تھی۔ اسلامی تنظیموں نے ان واقعات کا سبب، مسلمانوں کے خلاف امریکی میڈیا کی غیر ذمے دارانہ مہم قرار دیا ہے۔